www.KitaboSunnat.com

تیسرا حصہ

زیادۃ الثقہ کی قبولیت
قرائن کے تناظر میں

محترم زبیر صاحب کی نویں دلیل کے بعد اب ہم دسویں دلیل (آخری) کی طرف چلتے ہیں۔

چنانچہ وہ رقمطراز ہیں:

''ان دس مثالوں سے یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ ثقہ راوی کی زیادت اگر من کل الوجوہ منافی نہ ہو، جس میں تطبیق وتوفیق ممکن ہی نہیں ہوتی تو پھر عدمِ منافات والی یہ زیادت مقبول و حجت ہے۔''

(الاعتصام، ج: ٦٠، ش: ٤٨، ص: ٢٧)

قرائن کا اعتبار:

یہ دس مثالیں دراصل ہمارے موقف ہی کی مؤید ہیں، آگے بڑھنے سے پہلے ہم زیادۃ الثقہ کے حوالے سے اپنی بات دہرانا چاہتے ہیں تاکہ اصل حقیقت منکشف ہوجائے۔ ہم نے سابقہ مضمون میں عرض کیا تھا:

''زیادتی کے رد اور انکار کا مدار اس پر ہوگا کہ وہ زیادتی دوسرے ثقہ راویوں کی روایت کے منافی ہو تو ایسی صورت میں جمہور محدثین کے ہاں نا قابلِ اعتبار ہوگی۔ اگر وہ منافی نہ ہو اور کوئی قرینہ اس زیادت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے خطا، نسیان یا وہم پر بھی دلالت نہ کرے یعنی اس زیادت کو ایک مستقل حدیث ایسی اساسی حیثیت حاصل ہو تو وہ زیادت بلاشبہ قابلِ قبول ہوگی۔'' (الاعتصام، ج: ۶۰، ش: ۳۴، ص: ۱۱)

اگر وہ ہمارے موقف کے اس جملے ''اگر وہ (زیادت) منافی نہ ہو اور کوئی قرینہ اس زیادت کے خطا، نسیان یا وہم پر بھی دلالت نہ کرے....'' پر رُک کر تھوڑا سا غور وفکر فرما لیتے تو یقیناً ان مثالوں کو پیش کرنے میں اتنی کلفت نہ اٹھاتے، کیونکہ جس زیادت کو متقدمین محدثین غلط، وہم یا نسیان قرار نہ دیں، اس کے قبول ہونے میں کسی قسم کا کوئی شائبہ نہیں ہونا چاہیے۔ اب ان امثلہ کا تجزیہ پیشِ خدمت ہے۔

پہلی مثال اور علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ:

محترم زبیر صاحب کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہلب الطائی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں امام یحییٰ بن سعید القطان نے "علی صدرہ" کا اضافہ کیا ہے جو امام سفیان کے علاوہ دوسرے نہیں بیان کرتے۔ محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے نیموی صاحب کا بڑا مضبوط اور زبردست رد کیا ہے۔ (الاعتصام، ج: ۶۰، ش: ۴۷، ص: ۱۲۔۱۳)

اس مثال کے حوالے سے عرض ہے کہ محدثین نے امام العلل ابن القطان رحمہ اللہ کی زیادت کو وہم قرار نہیں دیا۔ لہٰذا اسے اساسی حیثیت دیتے ہوئے قبول کیا جائے گا۔

باقی رہا محدث مبارکپوری رحمہ اللہ کا ''مضبوط اور زبردست رد'' تو وہ ملاحظہ ہو، چنانچہ وہ اس زیادت کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"وكذلك زيادة "على صدره" محفوظة مقبولة، لأنها ليست منافية لرواية من لم يزدها، ولم يحكم عليها أحد من المحدثين النقاد بأنها غير محفوظة" (أبكار المنن، ص: ۱۰۷)

ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ ''علی صدرہ'' ایسی زیادت ہے، جس پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناقدینِ فن میں سے کسی نے بھی غیر محفوظ ہونے کا حکم نہیں لگایا۔

سوال یہ ہے کہ سلیمان تیمی کیا ثقاہت میں امام ابن القطان رحمہ اللہ کے ہم پلّہ ہیں، پھر ان کی زیادت کو کسی بھی ناقدِ فن نے غیر محفوظ قرار نہیں دیا؟ ان دونوں سوالات کے جوابات آپ پہلے معلوم کر آئے ہیں۔

مبارکپوری کا زیادۃ الثقہ کو رد کرنا:

ایک دوسرے مقام پر مبارک پوری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

اگر کوئی سوال کرے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں "ثم لا یعود" حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں "فصاعداً" اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں "وإذا قرأ فأنصتوا" کی زیادت کو متقدمین قبول کیوں نہیں کرتے، باوجود کہ یہ زیادات اصل حدیث کے منافی نہیں ہیں؟"

علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ جواباً فرماتے ہیں:

"لأنه قد وضح لهم دلائل على أنها وهم من بعض الرواة"

"کیونکہ ان محدثین پر دلائل سے واضح ہو گیا کہ یہ زیادت راوی کا وہم ہے۔" (تحفة الأحوذي: ۱/ ۲۱۷، ویکھیے: أبكار المنن، ص: ۱۱۱)

انصاف شرط ہے کہ محدثین نے "فأنصتوا" کی زیادت کو اس لیے رد نہیں کیا کہ یہ سلیمان تیمی کا وہم ہے!

محدث مبارکپوری رحمہ اللہ صرف نیموی صاحب پر مضبوط اور زبردست رد کر رہے ہیں یا اس کی زد میں کوئی اور بھی آ رہا ہے؟ دیدہ باید!

دوسری مثال کی حقیقت:

محترم زبیر صاحب فرماتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں "خلف الإمام" کا اضافہ محمد بن یحییٰ الصفار نے کیا ہے۔ اور مولانا اثری حفظہ اللہ نے اس زیادت کو صحیح کہا ہے اور توضیح الکلام میں امام بیہقی، سیوطی، اور متقی ہندی رحمہم اللہ سے تصحیح بھی نقل کی ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں، مگر خبیب صاحب اس کی بالکل مخالف سمت پر بڑی تیزی سے رواں دواں ہیں۔ (الاعتصام، ج: ۶۰، ش: ۴۷، ص: ۱۳ مصلہ)

گویا "خلف الإمام" زیادت کی کوئی اصل تو موجود ہے، جبکہ اس کے مقابلے میں "وإذا قرأ فأنصتوا" کی اصل دنیا میں موجود ہے، جسے محدثین نے تسلیم کیا ہو؟

رہا یہ الزام کہ راقم کبار کی ''مخالف سمت پر تیزی سے رواں دواں'' ہے۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ احادیث کی تصحیح اور تعلیل میں ہمارا منہج وہی ہے جو ہمارے جلیل القدر اور جہابذہ محدثین کا ہے اور ہم انھیں کے نقشِ قدم پر رواں دواں رہنے کو اپنے لیے باعثِ افتخار سمجھتے ہیں۔ اس لیے قطعاً ہم یہ جسارت نہیں کر سکتے کہ ان کے خلاف کوئی فیصلہ دیں یا ان کی رائے کو مرجوح قرار دیں اور اپنی رائے کو راجح قرار دینا پسند کریں۔ حاشا وکلّا

تیسری مثال:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزولِ دنیا کے بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مروی ہے، جس میں احمد بن ابراہیم نے "من السماء" کا اضافہ کیا ہے اور اس اضافے کو امام بیہقی نے "الأسماء والصفات" میں ذکر کیا ہے۔

(الاعتصام، ج: ۶۰، ش: ۴۷، ص: ۱۴، مصلہ)

نہایت ادب سے استفسار ہے کہ کس محدث نے اس زیادت کو وہم قرار دیا ہے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمان پر موجودگی پر متعدد احادیث دلالت کرتی ہیں۔ قربِ قیامت زمین پر دوبارہ نزول بھی اہلِ سنت والجماعت کا مسلّمہ عقیدہ ہے، اس لیے اگر کوئی ثقہ راوی اس نزول کی صراحت کر دیتا ہے کہ ان کا نزول آسمان سے ہوگا تو اس میں استحالہ کیا ہے۔

چوتھی مثال اور محدث مبارکپوری رحمہ اللہ:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں امام ابن جریج نے "هي له تطوع وهي لهم مكتوبة" کا اضافہ کیا ہے۔

نیموی صاحب نے اس پر کلام کیا ہے اور محدث مبارکپوری نے ان کا رد کیا ہے۔ (الاعتصام، ج: ۶۰، ش: ۴۷، ص: ۱۴ مخصلہ)

محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے کیا رد کیا ہے؟ چنانچہ محترم زبیر صاحب ان کا قول یوں نقل کرتے ہیں۔

"كلا، بل هذه الزيادة صحيحة، فإنها زيادة من ثقة حافظ، ليست منافية لرواية من هو أحفظ منه أو أكثر عدداً"

(أبكار المنن، ص: ٢٤٩)

① مولانا مبارکپوری رحمہ اللہ کے اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ زیادت ثقہ حافظ ابن جریج کی ہے۔ ② احفظ راوی کی روایت کے منافی نہیں۔ ③ جماعت کی روایت کے منافی نہیں۔

اگر ان قرائن کو "فأنصتوا" پر منطبق کریں تو نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ ① یہ ثقہ کی زیادت ہے۔ ② لیکن أحفظ، أثبت الناس راویوں کی روایت کے منافی ہے۔ ③ اکثر بلکہ قتادہ کے سبھی شاگردوں کی روایت کے منافی ہے۔ ④ جمہور محدثین کا اس پر نقد موجود ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ ابن جریج کی زیادت کے بارے میں علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ کا قول پیش کرتے ہیں، مگر تیمی کی زیادت کے بارے میں ان کے قول سے صرفِ نظر کیوں فرماتے ہیں؟ حالانکہ دونوں مقامات پر محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے محدثین کا دامن چھوڑا نہیں!

پانچویں مثال اور قرائن کا اعتبار:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مالک بن مغول سے روایت کرتے ہوئے عثمان بن عمر "الصلاة في أول وقتها" کے الفاظ بیان کرتے ہیں، جبکہ مالک بن مغول کے دیگر تلامذہ ''اول'' کا لفظ ذکر نہیں کرتے۔

ولید بن عیزار سے مالک بن مغول کے علاوہ شعبہ، مسعودی، ابو یعفور وغیرہ بھی ''اول'' کی زیادتی بیان نہیں کرتے۔

"أول" والی روایت کو امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان، امام حاکم، اور امام ذہبی! نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور یہ "أول وقتها" والی روایت صحیح ہے۔

(الاعتصام، ج: ۶۰، ش: ۴۷، ص: ۱۵۔ ملخصاً)

پہلا قرینہ:

عرض ہے کہ متذکرہ بالا مصححینِ حدیث، ما سوائے امام ذہبی، کی طرح امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی ''الخلافیات'' میں اس زیادت کو قرائن کی بنا پر قبول کیا ہے۔ ان کے الفاظ ہیں:

"الزيادة من الثقة مقبولة عندهما وعند الفقهاء، إذا انضم إلى رواية ما يؤكدها، وإن كان الذي لم يأت به أكثر عدداً"

''زیادۃ الثقہ ان دونوں (امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ) کے ہاں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقبول ہے۔ جب زیادت والی روایت کا کوئی مؤکد (ترجیح دینے والا) مل جائے جو اس روایت میں موجود مسئلہ کی تاکید کردے خواہ اس زیادت کو جماعت نے بیان نہ کیا ہو۔"

(البدر المنير لابن الملقن: ٢/ ٦٠٧، و مختصر الخلافيات لابن فرحون: ١/ ٥٢٢)

دوسرا قرینہ:

پھر "ميقاتها" اور "أول وقتها" کے معنی ومفہوم میں کوئی جوہری فرق بھی نہیں۔ محدثین نے "وقتها" اور اس جیسے دوسرے الفاظ سے "أول وقتها" کا معنی بھی سمجھا ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن بلبان رحمہ اللہ کی صحیح ابن حبان پر تبویب سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ حافظ الاشبیلی رحمہ اللہ نے بھی الأحكام الكبرى (١/ ٥٥٣) میں اسی عدمِ تفریق کو ملحوظ رکھا ہے۔ محدث البانی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی ان کا معنی ایک ہی ہے۔ (تحقيق سنن أبي داود: ٢/ ٣٠٦)

دوسرے یہ کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ عثمان بن عمر، مالک بن مغول سے روایت کرنے میں منفرد نہیں، بلکہ شعبہ سے روایت کرتے ہوئے علی بن حفص نے عثمان کی متابعت کی ہے۔ نیز ابو عمرو الشيباني عن رجل من أصحاب النبي ﷺ (ابن مسعود) سے اس زیادت کی اور بھی سند ہے۔

عثمان بن عمر سے الحسن بن مکرم البزار نے اسی طرح روایت کی ہے اور ابن مکرم کی متابعت محمد بن بشار بُندار نے کی ہے۔ اور یہ دونوں ثقہ راوی ہیں۔

دیکھیے: (البدر المنير لابن الملقن: ٢/ ٦٠٦۔ ٦٠٨)

تیسرا قرینہ: حدیث کے شواہد:

تیسرے یہ کہ اس معنی کی روایات حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں، ان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر کے بعد امام ابن الملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فقد صح الحديث بشواهده، ولله الحمد"

(البدر المنير: ٢/ ٦٠٩)

"یہ حدیث "أول وقتها" اپنے شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔"

سوال یہ ہے کہ کیا یہ قرائن اور تقویت کی نسبتیں "وإذا قرأ فأنصتوا" کی زیادت میں بھی پائی جاتی ہیں؟

چھٹی مثال اور امام البانی رحمہ اللہ:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی تشہد والی حدیث میں زائدہ بن قدامۃ نے انگشتِ شہادت کے حوالے سے "یحرکھا" کا لفظ زائد بیان کیا ہے۔ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے بھی یہ تصریح فرمائی ہے کہ یہ لفظ زائدہ کے علاوہ کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ اس لفظ پر معاصرین نے کلام کیا ہے۔ مگر شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اپنی تایید میں صحیح اور ضعیف جتنی روایات پیش کی ہیں، ان میں سے زائدہ کی روایت کے علاوہ کسی ایک میں بھی یحرکھا کا لفظ نہیں ہے۔

فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ نے محدث البانی کی اس تصحیح کو بطورِ حجت پیش کیا ہے۔ اور اس سے استدلال کیا ہے۔ لہٰذا محترم حافظ صاحب بھی ثقہ کی زیادت کو صحیح سمجھتے ہیں۔ (الاعتصام، ج: ٦٠، ش: ٤٧، ص: ١٥۔١٦۔ ملخصاً)

عرض ہے کہ ہم بھی دیگر محدثین کی طرح زیادۃ الثقہ کو قبول کرتے ہیں مگر اسی نہج پر جس پر محدثین قبول کرتے ہیں۔ اس لیے امام البانی رحمہ اللہ کا اس زیادت کو شاذ کہنے والوں کا رد کرنا اور استاذ العلماء فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کا ان کی موافقت کرنا ہمیں چنداں مضر نہیں، کیونکہ ہم بھی "یحرکھا"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی زیادت بلکہ تصریح کو درست سمجھتے ہیں، کیونکہ ناقدینِ فن بھی ایسی زیادت قبول کرتے ہیں۔

بلاشبہ زائدہ بن قدامۃ کے علاوہ کوئی اور راوی "یحرکھا" کا لفظ ذکر نہیں کرتا، تاہم دوسرے راوی یہی روایت ایسے الفاظ سے بیان کرتے ہیں، جن سے یہی مفہوم مترشح ہوتا ہے، جس کی تفصیل علامہ البانی رحمہ اللہ نے السلسلة الصحيحة (٧/ ٥٥٣) میں بیان کی ہے۔

اس لیے زائدہ بن قدامۃ کا یہ تفرد ہی نہیں۔ اگر محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے شاذ کہنے والوں کا رد کیا ہے تو اس میں اچنبھے کی کیا بات ہے؟

محدث البانی رحمہ اللہ نے حضرت وائل بن حجر رحمہ اللہ کی تقویت کے لیے مزید تین شواہد ذکر کیے ہیں، جن میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ اور حضرت خفاف بن ایماء رضی اللہ عنہ کی روایات ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

"السلسلة الصحيحة (حديث: ٣١٨١، تمام المنة، ص: ٢١٤۔ ٢٢٢)

استفسار یہ ہے کہ "فأنصتوا" کا بھی کوئی قابلِ ذکر متابع موجود ہے یا کوئی معتبر شاہد موجود ہے جس طرح کہ زائدہ کے چار معنوی متابع اور تین شاہد موجود ہیں۔

باقی رہا کہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اس زیادت کے تفرد کی طرف اشارہ کیا ہے تو اس سے مقصود محض اسی لفظ کا تفرد ہے، نکارت مراد نہیں، کیونکہ وہ خود اس لفظ سے استدلال کرتے ہوئے اس کے مطابق ترجمۃ الباب قائم کر رہے ہیں۔

ساتویں مثال:

صحیحین میں غنائے جاریتین والی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں ہشام بن عروہ سے امام حماد بن اسامہ ابو اسامہ "قالت: ولیستا بمغنیتین" کا جملہ روایت کرنے میں منفرد ہیں، جبکہ ہشام کے دیگر تلامذہ یہ جملہ ذکر نہیں کرتے۔ مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ بھی اس زیادت کو صحیح اور مقبول سمجھتے ہیں، لہٰذا معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک قولِ راجح میں متنِ حدیث میں ثقہ راوی کی زیادت مقبول ہے۔ (الاعتصام، ج: ۶۰، ش: ۴۷، ص: ۱۶ محصلہ)

عرض ہے کہ یہ زیادت اگرچہ حماد بن اسامہ ہی بیان کرتے ہیں، مگر یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کا قول ہے۔ جیسا کہ "قالت" مؤنث کا صیغہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ پھر کسی محدث نے اس جملہ کو ابو اسامۃ کا وہم قرار نہیں دیا، جبکہ اس کے برعکس امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے اس زیادت کو صحیحین میں ذکر کیا ہے۔

استاذ اثری حفظہ اللہ کا قرائن کا اعتبار کرنا:

رہا یہ موقف کہ مولانا اثری حفظہ اللہ کے نزدیک قولِ راجح میں "متنِ حدیث میں ثقہ راوی کی زیادت (مطلقاً) مقبول ہے" تو یہ دعویٰ توجیه القول بما لا یرضیٰ به قائله کا مصداق ہے۔ کیونکہ استاذ محترم حفظہ اللہ بھی جمہور محدثین کی طرح زیادت کو قرائن کے تناظر میں پرکھتے ہیں، پھر اس کے مطابق اس کے غلط یا صحیح ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ انھوں نے "وإذا قرأ فأنصتوا" والی زیادت کو بھی محدثین کی آرا کی روشنی میں غلط اور وہم قرار دیا ہے اور ان لوگوں کی تردید کی ہے جو اسے محفوظ کہتے ہیں۔

اب ابو اسامہ حماد بن اسامہ کی زیادت کے بارے میں ان کا فیصلہ ملاحظہ ہو:

"ہشام کی روایت میں ابو اسامہ کا اضافہ ① ثقہ ثبت راوی کا ہے۔

② جو کسی لفظ کے منافی نہیں، اس لیے یہ بالکل صحیح ہے۔ ③ شیخین کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے اپنی "الصحیح" میں ذکر کرنا۔ ④ اور کسی قابلِ اعتماد محدث کا اس پر اعتراض نہ کرنا۔ اس کے صحیح ہونے کی برہان ہے۔"

(اسلام اور موسیقی پر اشراق کے اعتراضات کا جائزہ از استاذ اثری حفظہ اللہ، ص: ۲۶)

لیجیے: "قولِ راجح میں متنِ حدیث میں ثقہ راوی کی زیادت کے مقبول" ہونے کی حقیقت!

قارئینِ کرام! فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ استاذ اثری حفظہ اللہ نے زیادۃ الثقہ کو مطلق طور پر قبول کیا ہے یا اس کے درست اور غلط ہونے پر دلالت کرنے والے قرائن کو ملحوظ رکھا ہے؟ اور اس حوالے سے ہمارے مہربان جو باور کرا رہے ہیں، وہ کس حد تک حقیقت کے قریب ہے؟

آٹھویں مثال:

حضرت ابو قتادۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ذکر ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو نوافل میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو انتہائی پست آواز میں جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہایت بلند آواز میں قراءت کرتے ہوئے سنا۔

صبح کو صاحبین سے اس انداز میں قراءت کی حکمت دریافت کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا کہ "جس سے میں سرگوشی کر رہا تھا، میں نے اسے سنا دیا ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابوبکر رضی اللہ عنہ! آواز تھوڑی سی بلند کرو۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ "میں ہلکی نیند سوئے ہوؤں کو بیدار کرتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اپنی آواز تھوڑی سی پست کر لیں۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''اس حدیث کو اکثر راوی ثابت البنانی عن عبداللہ بن رباح سے مرسلاً بیان کرتے ہیں۔ اسے حماد بن سلمۃ سے موصول بیان کرنے والے صرف یحییٰ بن اسحاق السیلحینی ہیں۔''

(ترمذی: ۴۴۷، وقال: غریب)

اس موصول روایت کو امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان، امام حاکم اور امام ذہبی رحمہم اللہ! نے صحیح قرار دیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان تمام محدثین کے نزدیک ثقہ کی زیادت صحیح و معتبر ہوتی ہے۔ حدیث مذکور کو شیخ البانی رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ (الاعتصام، ج: ۶۰، ش: ۴۸، ص: ۲۵۔ محصلہ)

عرض ہے کہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے عمومی قاعدہ کے تحت زیادۃ الثقہ کو قبول کیا ہے، اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ وہ ہر زیادت کو قبول کرتے ہیں۔ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ زیادۃ الثقہ کو مطلق طور پر قبول کرتے ہیں اور باقی ائمہ قرائن کے تناظر میں قبول کرتے ہیں۔

امام ابو حاتم کا زیادۃ الثقہ کو رد کرنا:

امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو موصول بیان کرنا غلط اور مرسل روایت کو راجح قرار دیا ہے۔ چنانچہ ان کے بیٹے فرماتے ہیں:

''قال أبي: الصحيح عن عبدالله بن رباح أن النبي صلى الله عليه وسلم... مرسلٌ، أخطأ فيه السالحيني''

''میرے والد محترم (امام ابو حاتم رحمہ اللہ) نے فرمایا: یہ روایت عبداللہ بن رباح سے مرسلاً ہی صحیح ہے۔ اور اسے موصول بیان کرنے میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یحییٰ بن اسحاق السیلحینی نے غلطی کی ہے۔''

(العلل لابن أبي حاتم: ۱/ ۱۲۰، رقم: ۳۲۷)

لیجیے! امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے یحییٰ بن اسحاق کی زیادت کو غلط قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس مرسل روایت کو موصول بیان کرنا یحییٰ کا وہم ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو غریب کہہ کر اس کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ السیلحینی کے تفرد کی جانب بھی اشارہ کیا ہے۔ (ترمذي: ٤٤٧)

جیسا کہ محترم زبیر صاحب نے بھی نقل فرمایا ہے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے بھی اپنی غرائب و افرادات پر مشتمل کتاب میں اس کے تفرد کی نشاندہی کی ہے۔ (المعجم الأوسط: ۸/ ۱۰٦، حدیث: ۷۲۱۵)

اس لیے ان ائمہ کے اقوال کی روشنی میں یہ بات طے کی جا سکتی ہے کہ اس روایت کو مرفوع بیان کرنا سیلحینی کا وہم ہے، جیسا کہ امام العلل ابو حاتم رحمہ اللہ نے توضیح فرمائی ہے۔

امام ابو حاتم رحمہ اللہ کا اس موصول روایت کو رد کرنا اور مرسل کو ترجیح دینا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ وہ ہر جگہ زیادۃ الثقہ کو قبول نہیں کرتے۔

متاخرین ائمہ کی تصحیح ان ائمہ کے مقابل میں مرجوح ہے، کیونکہ امام ابو حاتم وغیرہ کی جرح مفسر ہے، نیز وہ اس علتِ قادحہ پر مطلع ہوئے ہیں، جہاں تک دیگر کی رسائی نہ ہو سکی۔

رہا شیخ البانی رحمہ اللہ کا اس موصول روایت کی تصحیح کرنا تو اس حوالے سے عرض ہے:

شیخ البانی کی وجہِ تصحیح:

شیخ زبیر صاحب رقمطراز ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تنبیہ ①: حدیثِ مذکور کو شیخ البانی رحمہ اللہ وغیرہ معاصرین نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔'' (الاعتصام، ج: ٦٠، ش: ٤٨، ص: ٢٥)

انتہائی ادب سے عرض ہے کہ روایت کی تصحیح اور مسئلہ ہے اور السیلحینی کی مرفوع روایت کو صحیح قرار دینا اور مسئلہ ہے، اس لیے ان دونوں کو خلط کرنا محلِ نظر ہے۔

محدث البانی رحمہ اللہ بھی اس موصول روایت کو صحیح قرار دینے میں متردد ہیں جبکہ ان کا رجحان اس کے غیر صحیح ہونے کی طرف ہی معلوم ہوتا ہے۔

چنانچہ وہ محدث احمد شاکر رحمہ اللہ پر تنقید کرتے ہوئے اور امام ترمذی رحمہ اللہ کے قول کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اگر یہ ثابت ہوجائے کہ جماعت اسے مرسل ہی روایت کرتی ہے (تو تب یحییٰ بن اسحاق السیلحینی کی موصول روایت مرجوح ہوگی)، کیونکہ جماعت، فردِ واحد سے احفظ ہوتی ہے۔ یہ تبھی ہوگا جب وہ ثقات ہوں گے اور مجھے مرسل بیان کرنے والے امام ابو داود رحمہ اللہ کے شیخ موسیٰ بن اسماعیل کے علاوہ کوئی اور راوی مل نہ سکا، صرف اسی نے اسے مرسل بیان کیا ہے، اگر اس کا کوئی متابع دستیاب ہو تو امام ترمذی رحمہ اللہ کا قول راجح ہوگا۔ بہر حال یہ حدیث صحیح ہے، کیونکہ اس کے ما بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بطورِ شاہد موجود ہے۔ اور مختصر قیام اللیل للمروزی (ص: ٩٣) میں اس کا دوسرا شاہد مرسل زید بن بُثَیع بھی موجود ہے۔'' (تحقيق سنن أبي داود: ٥/ ٧٥۔ ٧٦)

قارئینِ کرام! امام البانی رحمہ اللہ کی اس نص پر غور کیجیے کہ وہ موصول روایت کو صحیح قرار دینے میں متذبذب ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کے قول کی روشنی میں ان کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رجحان اس حدیث کے مرسل ہونے کی طرف ہے۔

یہ روایت صحیح ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اور مرسل زید اس کے دو شاہد موجود ہیں جبکہ ان کے علاوہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے "وفي الباب" میں حضرت عائشہ، حضرت ام ہانی، حضرت انس، حضرت ام سلمۃ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کو بھی ذکر کیا ہے۔

ہم ابھی ذکر کر آئے ہیں کہ امام حاتم الرازی رحمہ اللہ نے اس موصول روایت کو یحییٰ بن اسحاق کی غلطی قرار دیا ہے۔ اگر محدث البانی رحمہ اللہ کو امام ترمذی رحمہ اللہ کے قول کے بعد امام ابو حاتم رحمہ اللہ کا قول مل جاتا تو وہ بھی یقیناً ایک فیصلہ کن نتیجہ تک پہنچ جاتے۔

نویں مثال:

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جنت میں دیدارِ الٰہی ہوگا۔ اس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے حماد بن سلمة، عن ثابت البناني، عن ابن أبي ليلىٰ، عن صهيب مرفوعاً بیان کیا ہے۔ جبکہ ثابت البنانی کے دیگر شاگرد اسے مقطوع بیان کرتے ہیں۔ موصول سند پر امام ترمذی رحمہ اللہ نے تنقید کی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ روایت موصولاً بھی صحیح ہے اور مقطوعاً بھی۔ (الاعتصام، ج: ۶۰، ش: ۴۸، ص: ۲۵۔۲۶)

عرض ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کے بعد امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی صحیح مسلم کی اس روایت پر اعتراض کیا ہے جس کا شافی جواب دکتور شیخ ربیع مدخلی نے دیا ہے۔

(بين الإمامين للمدخلي، ص: ٤٨۔٥٥)

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کا موصول ہونا راجح ہے اور مقطوع روایت بھی درست ہے، کیونکہ ایسی بات میں رائے کو دخل نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قارئینِ کرام! غور فرمائیں کہ محترم زبیر صاحب کے ہاں اس کا مقطوع ہونا بھی درست ہے تو پھر اسے زیادۃ الثقہ کے مقبول ہونے کی تائید میں پیش کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ کیونکہ مقطوع میں تو زیادۃ الثقہ نہیں ہے؟

آخری مثال:

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پانچوں نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کروائی۔ اس حدیث میں امام زہری کے شاگرد اسامہ بن زید اللیثی "ثم كانت صلاته بعد ذلك التغليس حتى مات، ولم يعد إلى أن يسفر" بیان کرنے میں منفرد ہیں۔ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے بھی اس کے تفرد کی جانب اشارہ کیا ہے۔ اسے امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان اور امام حاکم رحمہم اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ مستدرک للحاکم میں اس حدیث کا حسن لذاتہ شاہد بھی موجود ہے۔ لہٰذا اسامہ بن زید کی حدیث صحیح ہے۔ نیموی نے اس زیادت کو غیر محفوظ قرار دیا ہے۔ علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے ان کی تردید کی ہے۔

اگر اسامہ بن زید کی زیادت مقبول ہے تو سلیمان تیمی کی زیادت کیوں مقبول نہیں؟ (الاعتصام، ج: ۶۰، ش: ۴۸، ص: ۲۶۔۲۷۔ محصلہ)

انتہائی ادب سے عرض ہے کہ جس زیادت کو محدثین وہم قرار نہ دیں تو ہم بھی ان کی مخالفت کی جسارت نہیں کرتے۔ الحمد للہ! اور متذکرہ بالا زیادت کو محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔

رہا یہ کہ اگر اسامہ کی زیادت قبول ہے تو پھر سلیمان تیمی کی کیوں قبول نہیں؟ اس سوال کا جواب ہم محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ کی زبان سے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ انھوں نے بھی اسامہ کی زیادت کو قبول کیا ہے، اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیمی کی زیادت کو رد کیا ہے وہ اس تفریق کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

لأنه قد وضح لهم دلائل على أنها وهم من بعض الرواة"

''کیونکہ ان محدثین پر دلائل کی روشنی میں واضح ہوگیا کہ یہ زیادت "وإذا قرأ فأنصتوا" راوی کا وہم ہے۔'' (تحفة الأحوذي: ۱/ ۲۱۷)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"إن ظهرت لهم قرينة تدل على أنها وهم، فحينئذٍ لا يقبلونها" (أبكار المنن، ص:۱۱۱)

''اگر ان کے نزدیک کوئی قرینہ اس زیادت کے وہم ہونے پر دلالت کرے تو تب وہ اس کی زیادت کو قبول نہیں کرتے۔''

موصوف ہی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور زیادت "على صدره" کے مقبول ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ولم يحكم عليها أحد من المحدثين النقاد بأنها غير محفوظة"

''اس زیادت "على صدره" پر کسی بھی ناقدِ فن نے غیر محفوظ ہونے کا حکم نہیں لگایا۔'' (أبكار المنن، ص: ۱۰۷)

گویا علامۃ الہند بھی زیادت کو قرائن کے تناظر میں پرکھتے ہیں۔ اگر شیخ زبیر صاحب اس اساسی فرق کو ملحوظ رکھ لیتے تو یقیناً انھیں اتنی پریشانی نہ اٹھانی پڑتی!

قارئینِ کرام! ان دس مثالوں کا خلاصہ یہ ہے کہ محدثین زیادۃ الثقۃ کو مطلق طور پر قبول نہیں کرتے، بلکہ وہ اسے قرائن کے تناظر میں پرکھتے ہیں، اگر قرائن اس کے مقبول ہونے کے متقاضی ہوں تو وہ اسے قبول کرتے ہیں اور اگر رد کرنے کے متقاضی ہوں تو اسے شاذ، وہم وغیرہ کی بنا پر رد کر دیتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ دس مثالیں، جنھیں محترم زبیر صاحب ہمارے موقف کے خلاف باور کرائے ہوئے ہیں، دراصل ہمارے ہی موقف کی مؤید ہیں۔ بلکہ یہ من وجہ ان کے خلاف ہیں، کیونکہ ان زیادات کو قرائن کی بنا پر قبول کیا گیا ہے۔ مطلق طور پر نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ